تاریخ حدیث

تحریر:- پروفیسر عبدالصمد صارم

محدثین کی مخلصانہ جدوجہد‘ فروغ احکام نبویؐ اور اشاعت دین محمدی کا ایمان افروز تذکرہ

خوشادہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری
خوشاد دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعے پر اقوام عالم کی ترقی و تنزل کا بہت کچھ دارومدار ہے یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو فطرت انسانی کا لازمہ قرار دیا جائے تو بیجانہ ہوگا۔ ہر زمانے‘ ہر ملک اور ہر قوم میں یہ کم وبیش جاری رہا ہے۔ اس زمانے میں جس وقت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے محتاج بیان نہیں‘ اہل عرب کو اس فن کا چسکا ابتداء ہی سے لگا ہوا تھا اور ان کی اعجاز نما قوت حافظہ اس کی محافظ تھی‘ تاریخی واقعات‘ انسانی انساب تو بڑی چیز ہیں ایک معمولی شخص اپنے اونٹ کا سلسلہ سو سو نسلوں تک گنا جاتا تھا۔ ابو تمام اور متنبّی کو جاہلیت اور اسلام کے شعراء کے ایک لاکھ سے زائد اشعار یاد تھے۔ اصمعی نے تین دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت حافظ پر مسر ولیم میور نے شہادت دی ہے کہ ان کی قوت حافظہ انتہائی درجہ پر تھی اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے‘ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم اکثر اصحاب‘ پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد) راقم سطور کو ایک لاکھ کے قریب عربی اشعار یاد ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی کو ساری بخاری حفظ تھی۔

ہم نے جس سند کے بھروسے پر قرآن مجید کو تسلیم کیا ہے وہی سند ہمیں بتاتی ہے کہ حدیث کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ فن روایت علم تاریخ کا سنگ بنیاد ہے اور فن روایت وفن تاریخ کا ایک فرو ہے اسلام نے اس فن کے ساتھ ایسے ایسے احسانات کیے ہیں۔ جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم و ملک میں نہیں۔ انہوں نے قواعد روایت‘ ضوابط روایت اور قوانین استفاظ قائم کیے۔

یہ قواعد ترقی کرتے کرتے فن کی صورت میں مدون ہو کر فن اصول حدیث کے نام سے مشہور ہوئے اور تقریباً سو فنون میں مکمل ہوئے۔

جو اہتمامات فن حدیث اور فن روایت کی یادداشت کے لئے زمانہ رسالت سے آج تک کیے گئے ہیں وہ معجزے سے کم نہیں۔ کرہ دنیا کا بڑے سے بڑے پیغمبر یا پیشوا اچھے سے اچھا فلاسفر یا حکیم عمدہ سے عمدہ مصلح اور یا مقنن‘ مشہور سے مشہور ریفارمر یا اسپیکر کیا یہ آواز دنیا کے کسی گوشہ سے بلند کر سکتا ہے کہ میں ہوں وہ پیشرو کہ میرے اخلاف نے میرے اقوال‘ میرے احکام اور میرے جزئی کلی حالات و واقعات‘ صحت و حفاظت و دیانت کے ساتھ ہزاروں برس تک آنے والی نسلوں کو پہنچا دیئے؟ حضرت موسیٰ شاہد نہ ہوں گے‘ حضرت عیسیٰ گواہی نہ دیں گے‘ کرشن جی نہ بولیں گے‘ رامچندر جی خاموش رہیں گے‘ گوتم بدھ اور زرتشت سکوت اختیار کریں گے‘ اگر یہ ترانہ بلند ہوگا تو صرف بطحائے مدینہ کے گنبد سبز کے مکین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار سے۔

حدیث کا موضوع ذات سرور کائنات ہے۔ حضور کے عہد سعادت مہد سے آج تک مقدس بزرگ آپ کے اقوال وافعال و حالات کو احتیاط کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچاتے رہے ہیں اور آنے والی نسلوں کے فضلاء تحقیق و تفتیش کے بعد ان کو قبول کر کے محفوظ کرتے رہے ہیں۔ حدیث کی جس طرح حفاظت

ہوئی ہے اس کی نظیر دنیا کی کوئی کتاب اور کوئی فن پیش نہیں کر سکتا۔

حدیث کی ابتداء

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ دنیا کا تاریک ترین اور بدترین زمانہ تھا۔ سطح غبراء پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ عادات بد اور فسق و فجور اہل عالم کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ عرب تمام گمراہیوں اور برائیوں کا مرکز تھا۔ اگر سرسری طور پر بھی عرب کی تاریخ قبل از اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو سوائے فصاحت لسانی وجرات و بسالت کے کوئی علمی، عملی، اخلاقی اور معاشرتی خوبی نظر نہ آئے گی بلکہ اخلاقی و معاشرتی خرابیوں میں عرب کی حالت سب سے زیادہ زبوں دکھائی دے گی، طرز عبادت، معاملات، کھانے، پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، لین دین، شادی و غم، تمام باتوں میں جہالت و گمراہی نمایاں نظر آئے گی۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے امور کو خداوند ذوالجلال اور ایزد متعال کس طرح پسند کرتے سکتے تھے اس لئے (جب حضور علیہ السلام معبوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ کی اور ابوبکر صدیق، ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور علی المرتضیٰ مشرف بالسلام ہوئے تو اسی وقت سے یہ مسلمان ہر امر میں آپ کی ہدایت و اشاد کے محتاج تھے۔ وہ ہر کام آپ کو دیکھ کر یا دکھا کر یا آپ سے پوچھ کر کرتے تھے)

قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کا انکار و سکوت ہی مسلمانوں کا مشعل راہ تھا۔ اسی کا نام حدیث ہے۔ اس لئے جو زمانہ بعثت رسول کا ہے وہی آغاز حدیث کا ہے۔

حدیث بھی حکم خدا ہے

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ٥

ترجمہ:- پیغمبر اپنی خواہش سے (امور دین میں) نہیں بولتا بلکہ وحی سے کہتا ہے۔

سنن دارمی ہے:

قال کان جبرئیل ینزل علی النبی بالسنۃ کما نزل علیہ بالقرآن۔

ترجمہ:- جبریل رسول کریم پر جس طرح قرآن نازل کرتے تھے اسی طرح حدیث نازل کرتے تھے۔

اسلام کا قانون اساسی قرآن مجید اور قانون ثانوی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

قرآن کو وحی جلی اور وحی متلو کہتے ہیں، حدیث کو وحی خفی و وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ وحی جلی کے علاوہ خدا کی طرف سے حضور کو اور بھی علم کا ذریعہ تھا اور جبریل وحی جلی کے علاوہ وحی خفی بھی آپ پر نازل کرتے تھے وا سرالنبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ و اظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نباھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر۔

ترجمہ:- نبی نے اپنی بیوی سے ایک خفیہ بات کہی، بیوی نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اللہ نے نبی کو خبر دی، نبی نے بیوی سے دریافت کیا۔ بیوی نے کہا تمہیں کیونکر خبر ہوئی، نبی نے کہا مجھ کو خدا نے خبر دی، اس آیت میں بیوی نے جس خبر کی اطلاع کا سوال کیا ہے۔ وہ خبر قرآن مجید میں مذکور نہیں، حضور نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو خدا نے خبر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو خدا کی طرف سے قرآن کے علاوہ اور بھی علم تھا۔

وحی غیر متلو یعنی حدیث کی یہی تعریف ہے کہ معنی و مطلب خدا کی طرف سے نبی پر نازل ہو اور نبی اس کو اپنی عبارت میں بیان کر دے۔ قرآن مجید میں رب کریم نے اس وحی کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کر کے ذکر کیا ہے:

و انزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ۔

ترجمہ:- اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔

و یعلمھم الکتب والحکمۃ۔

ترجمہ:- اور تعلیم دیتا ہے کتاب و حکمت کی۔

کتاب اور چیز ہے حکمت اور چیز ہے قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے حدیث کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اپنا حکم قرار دیا ہے جیسا کہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے اور:

اذ یعدکم اللہ احدیٰ الطائفتین انھا لکم و تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم و

يريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين ۔

ترجمہ:۔ اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کیا تھا اور تم چاہتے تھے کہ ہم کمزور گروہ پر غلبہ پائیں مگر خدا چاہتا تھا کہ حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

یہ آیت جنگ بدر کے متعلق ہے اس میں وہ وعدہ کہیں قرآن میں موجود نہیں قرآن نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ ہاں حضور نے فرمایا تھا خدا نے آپ کے فرمانے کو اپنا وعدہ قرار دیا' کیونکہ آپ کا ارشاد حکم الٰہی ہوتا تھا'

الم تر الی الذین نهوا عن النجوی ثم يعودون.

ترجمہ:۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کانا پھوسی سے منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہیں آئے۔

اس آیت میں (نجویٰ کانا پھوسی) کے منع کرنے کا حکم بتایا ہے مگر تمام قرآن میں اس آیت کے نزول سے پہلے کہیں (نجویٰ) کی ممانعت نہیں آئی' البتہ حضور نے منع فرمایا تھا' چونکہ وہ ارشاد بھی حسب حکم الٰہی تھا۔ اس لئے وحی خفی کی جگہ وحی جلی میں اس کی طرف اشارہ کر کے تاکید کی گئی۔

حدیث کلام رسول ہے۔

حدیث کا جو معنی جو مطلب اور جو بھی مفہوم ہو وہ خدا کا حکم ہے' البتہ الفاظ و عبارت رسول کریم کی ہے چونکہ قرآن خدا کا کلام ہے' اس لئے اعجاز نما ہے۔ نہایت جامع اور فصیح و بلیغ ہے دنیا کے فصحاء و بلغاء کے کلام موجود ہیں۔ عقلا و حکماء کے اقوال سے مجلدات پر ہیں۔ فلسفیوں' مقننوں کی تصانیف سے ہزاروں کتابیں ہیں لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں۔ جس پر صحیح اعتراضات قائم نہ ہوئے ہوں اور جن کی مدلل و معقول تردید ہوئی ہو ان میں ایک بھی ایسا نہ نکلا کہ ہر زمانے' ہر ملک اور ہر قوم کے مناسب حال ثابت ہوتا اور دنیا کا ساتھ دیتا۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا کلام جو ہر حالت ہر جگہ کے لئے مفید ہو حشو و زائد و عیوب سے پاک ہو کسی شاعر' کسی نثار' کسی حکیم' کسی فیلسوف اور کسی مقنن کا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایسا جامع' مفید اور فصیح وبلیغ کلام جس کا ہو گا وہ شخص ضرور مؤید من اللہ ہو گا۔ احادیث صحیحہ میں جو احکام و نصائح ہیں' آج چودہ صدی سے بغیر کسی وقت کے دنیا کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ان میں کوئی بیکار و ناقص ثابت نہیں ہوا۔

بہت سے مسلمان بزرگوں کے نصائح بھی ہیں' لیکن ان کا اکثر حصہ زیادہ مدت تک کارآمد ثابت نہیں ہوا۔ بہت سے اماموں کے کلام ہیں۔ لیکن ان میں معترضین کو گنجائش ملی۔ امام بخاری کی عربیت پر اعتراض ہوئے۔ شیخ الرئیس ابو علی سینا کی عربیت پر اعتراض ہوئے۔ لیکن احادیث رسول مقبول ایسا جامع اور فصیح کلام ہے کہ اس پر آج تک کوئی اعتراض نہیں ہو سکا' اس کی ہمہ گیری و لطافت کو ماہر ادب ہی پہچان سکتا ہے' چونکہ حضور کا کلام غایت درجہ فصیح وبلیغ اور جامع ہوتا تھا۔ اس لئے ائمہ فن نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ حدیث موضوع کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ اس میں صرف نحوی غلطیاں ہوں' رکاکت لفظی ہو' غرض جو فصاحت و بلاغت اور ہمہ گیری اور حکمت و تدبر احادیث میں ہے وہ کسی شاعر' کسی حکیم کے کلام میں نہیں۔ خیر یہ تو علمی و عقلی باتیں ہیں اور نہایت وسعت طلب مضمون ہے یہاں صرف اشارہ کر دیا گیا ہے ~

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

لیکن وہ مسلمان جو علمی نکات کو نہیں سمجھتے کیوں کر جانیں کہ حدیث کلام رسول اللہ ہے ان کے لئے قطعی ثبوت و دلیل یہ ہے کہ جس سند سے ہم کو قرآن مجید پہنچا ہے ہم نے قرآن مجید کو جس سند کے بھروسے پر کلام الٰہی تسلیم کیا ہے وہی سند ہمیں بتاتی ہے کہ حدیث کلام رسول ہے۔

ہم سے سلسلہ بسلسلہ تواتر کے ساتھ امام بخاری نے کہا ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ ان سے شیخ مکی بن ابراہیم نے کہا تھا۔ ان سے امام ابو حنیفہ نے' ان سے شیخ حماد بن ابی سلیمان نے' ان سے امام ابراہیم نے' ان سے شیخ علقمہ بن قیس نے' ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور یہی بزرگ اسی سلسلہ سے اسی طرح کہتے ہیں کہ حدیث کلام رسول ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہم قرآن کے متعلق تو ان کے قول کو صحیح سمجھیں اور حدیث کے متعلق غیر صحیح خیال کریں تو نہ کتاب ثابت ہو گی اور نہ رسالت۔

حدیث قرآن سے ماخوذ ہے

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے' ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں' ان کی اصلیت قرآن میں عینہ یا قریب قریب موجود ہے۔

ایک قسم حدیث کی وہ بھی ہے جس کا تعلق قرآن مجید سے نہیں ہے۔ یہ مناقب و مثالب وقصص وپیش گوئیاں وغیرہ ہیں' دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے اس قسم دوم کی دو قسمیں ہیں۔ غیر احکامی اور احکامی۔ غیر احکامی کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے کہ رسول کریم نے قران مجید کے استعارہ' کنایہ' تشبیہ' تعریض اور ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی جیسے بخاری وترمذی کی احادیث باب التفسیر۔

احکامی وہ حدیثیں ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے۔ عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے یا عبادات سے ہوں یا معاملات سے غرض یہ قسم قران مجید کی ان لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہے۔ جو قرآن مجید میں بطور اسم کے یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے لفظ صلوۃ و زکوۃ وغیرہ مگر ان کی ہیت کذائیہ' ان کے مقادیر اور ان کے اوقات بیان نہیں ہوئے یا اگر ہوئے تو محض التفات دلانے کیلئے بیان کئے گئے۔ لہذا آنحضرتؐ نے ان کو کر کے یا فرما کے بتا دیا۔

ضرورت حدیث

اگرچہ عقائد' عبادات او اخلاق کے تمام ابواب قرآن مجید میں مذکور ہیں مگر وہ اصول ہیں ان کی توضیح وتفصیل اور تحدید وتعیین کے لئے رسول کریم کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے۔ ان اصول کی تفسیر جو منجانب اللہ ہیں۔ تا حد امکان و تحمل بشری اسی شخص کا کام ہے۔ جو ان اصول کو پیش کرتا ہے جو وہ تفسیر کرے گا وہ بھی اصل کلام کی طرح عقائد اعمال کا جزو ہو جائے گی۔ صحابہ کے اقوال سے بھی حدیث کی یہی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین صحابی سے ایک شخص نے کہا آپ لوگ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم کو قرآن میں نہیں ملتی۔۔۔۔۔ انہوں نے فرمایا:

کیا قرآن میں یہ تفصیل ہے کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم' اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں اور اتنے اونٹ زکوۃ دی جائے؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم نے یہ کیوں کہا تم نے ہم سے سنا ہم نے رسول کریم سے سنا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ)

اسلام کا قانون اساسی قرآن ہے اور قانون ثانوی حدیث ہے۔ ہر قانون کی یہ کیفیت ہے کہ اسکی تشریح کی حاجت ہوتی ہے اور وہ لوگ اس کی تشریح کرتے ہیں جو اس فن کے ماہر ہوتے ہیں اور جن کو اس کا منصب حاصل ہوتا ہے۔ ان کی وہ شرح خود قانون بن جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام مبعوث برسالت ہوئے اور لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے۔ عرب کے نازیبا اخلاق و مراسم نہ خدا کو پسند تھے نہ رسول خدا کو اور رسول کیا پسند کرتے آج تاریخوں میں دیکھو ان کو کوئی بھلا آدمی بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے مسلمانوں کو فوراً ہر امر میں احکام کی ضرورت ہوئی۔ قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے اصحاب ہر کام کو اسی طرح کرتے تھے۔ جس طرح حضورؐ کرتے تھے یا آپ سے دریافت کر لیتے تھے۔ جس امر سے آپ منع فرماتے تھے رک جاتے تھے یہی حدیث ہے۔

اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسول کا طرز عمل وہی تھا جو جہال عرب کا تھا یا یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا اور قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز' روزہ' حج اور زکوۃ کوئی ایک رکن بھی مکمل نہیں ہو سکتا اور آیت:

اليوم اكملت لكم دينكم.

ترجمہ:۔ آج تمہارا دین کامل ہوگیا۔

صحیح قرار نہیں پا سکے گی۔

سب انسان یکساں فہم وفراست' علم و قابلیت کے نہیں ہوتے۔ سب کی ضرورتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں' اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضورؐ نے پیش کیا اس کے متعلق افہام وتفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور آیت کو سنتے ہی ہر صحابی اس کے کلی و جزئی احکام سے باخبر ہو گیا ہوگا۔

ایسے واقعات کتابوں میں مذکورہ ہیں آیت کے اصل مفہوم کے خلاف کسی نے سمجھا' بعد کو حضور نے اصلاح فرمائی جب آیت:

حتى يتبين لكم الخيط

> عقائد وعبادات' اخلاق ومعاملات کے تمام ابواب اصولاً قرآن مجید میں مذکور ہیں لیکن ان کی توضیح وتفصیل' تحدید وتعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ہی فرماتے ہیں

لابیض من الخیط الاسود۔

ترجمہ:۔ جب واضح ہو جائے سفید دھاری' سیاہ دھاری سے' نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتمؓ صحابی نے ایک ڈورا رنگ کر رکھا لیا۔ صبح کو رسول کریم سے عرض کیا' آپ نے فرمایا اس سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

صحابہ کو سمجھانے کے لئے حضور کو اکثر تشریح کرنی پڑتی تھی۔ اس تفسیر و تشریح کرنے کا حکم حضورؐ کو خود خداوند ذوالجلال نے دیا ہے۔

انا انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون۔

ترجمہ:۔ اے رسول ﷺ ہم نے یہ کلام تم پر اسلئے اتارا ہے تاکہ تم اس کو خوب واضح کر کے سمجھا دو۔ جو ان کی طرف اتار گیا تاکہ وہ غور کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی جو تمام جزئیات پر حاوی ہو کیونکہ جزئیات لامحدود ہیں اور یہ چودہ سو برس کا تجربہ ہے کہ قرآن مجید اور سینکڑوں کتابیں حدیث کی اور ہزاروں کتابیں تفسیر و فقہ کی موجود ہیں۔ مگر جزئیات ابھی تک محصور نہیں ہوئے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی صورت نئی پیش آ ہی جائے گی۔ اس لئے حکیم مطلق نے ایسا جامعہ کلام نازل فرمایا جس میں اس قسم کے اصول ہیں جن سے ہر زمانے' ہر ملک اور ہر قوم میں حسب ضرورت جزئیات کا حل ہوتا رہے گا۔ قرآن مجید کے اصول کی تشریح حدیث ہے اور حدیث کی تفسیر فقہ' جب یہ تینوں مل جائیں تب مسائل کی تکمیل ہوتی ہے اور ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم من طریق مالک بن انس عن ربیعة قال ان الله تبارك و تعالیٰ انزل الیک الکتاب مفصلا و ترك فیه موضعا للسنة و سن رسول الله صلی الله علیه وسلم و ترك فیها موضعا للرای۔

یعنی خدا نے مفصل کتاب نازل فرمائی لیکن اس میں حدیث کے لئے جگہ باقی رکھی اور رسول کریم نے حدیث بیان فرمائی لیکن اس میں اجتہاد کے لئے گنجائش باقی رکھی۔ (در منثور)

اگر حدیث سے مدد نہ لی جائے تو نہ نماز کے اوقات کا تعین ہو سکتا ہے نہ رکعات و تکبیرات و قرات وادعیہ وغیرہ کا' اسی طرح دیگر ارکان و مسائل کا حال ہے۔

اگرچہ عقائد و عبادات' اخلاق و معاملات وغیرہ کے تمام ابواب اصولاً قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ لیکن ان کی توضیح و تفصیل' تحدید و تعین کے لئے رسول کریم کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے' اس لئے وہ بھی قرآن مجید کی طرح مذہبی عقائد و اعمال کا جزو ہیں۔

حدیث پر عمل کرنے کا حکم

ماآتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا۔

ترجمہ:۔ رسول جو تم کو حکم دے اس کو مضبوط پکڑو اور جس بات سے تم کو روکے فوراً رک جاؤ'

صحابہ اس آیت کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ حدیث پر عمل کرنا لازم ہے۔ چنانچہ تفسیر در منثور میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی اور ایک عورت کا مکالمہ اس طرح مذکور ہے۔

عورت:۔ میں نے سنا ہے آپ ان عورتوں پر لعنت کرتے ہیں جو زینت کے لئے بال چنواتی ہیں اور دانت رتواتی ہیں؟

ابن مسعودؓ:۔ ہاں!

عورت:۔ آپ کیوں لعنت کرتے ہیں؟

ابن مسعودؓ :۔ جس پر قرآن میں لعنت موجود ہے اس پر لعنت کرنے میں مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے۔

عورت:۔ میں نے بارہا قرآن پڑھا ہے قرآن میں یہ کہیں نہیں۔

ابن مسعودؓ :۔ کیا تو نے نہیں پڑھا: ما اتٰکم الرسول ...الخ۔

عورت:۔ ہاں میں نے پڑھا مگر اس میں کہیں لعنت کا ذکر نہیں۔

ابن مسعودؓ :۔ رسول کریم نے ان باتوں کو منع فرمایا ہے اور لعنت فرمائی ہے:

ماکان لمومن ولامومنة اذا قضے الله و رسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم۔

ترجمہ:۔ جب خدا اور رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی صاحب ایمان کو عدم قبول کا حق نہیں۔

اس آیت میں اللہ پاک نے صاف طور پر اپنے ساتھ رسول اللہ کو بھی آمر قرار دیا ہے۔

لا یجرمون ما حرم الله۔

ترجمہ:۔ نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جس کو اللہ اور رسول اللہؐ نے حرام کیا ہے۔

اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ان کا ذکر قرآن میں ہے رسول کو ان کے حرام کرنے کی ضرورت نہ تھی وہ تو حرام ہو ہی گئی تھیں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۹